نمبر ۱۲

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ پیسہ لائبریری نم

کُوسوں کی کہانیاں

مرتبہ

سید امتیاز علی تا

سنہ ۱۹۴۱ء

اعت پنجاب

دا ب لاہور

T.T.F
No:.......

Taj Tahir Foundation

جملہ حقوق محفوظ

سلسلہ پیسہ لائبریری نمبر ۲۲

کنجوسوں کی کہانیاں

مرتبہ

سید امتیاز علی تاج

سنہ ۱۹۴۱ء

دار الاشاعت پنجاب لاہور

بار سوم
قیمت

T.T.F LIBRARY
No.
Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

دیباچہ

یہ کتاب سلسلہ پیسہ لائبریری کی بائیسویں کتاب ہے:

پیسہ لائبریری کا سلسلہ دو خیالوں سے شروع کیا گیا ہے ایک تو اس خیال سے کہ لڑکوں کو اپنے سکول کی کتابوں کے علاوہ دوسری اعلیٰ کتابیں برابر ملتی رہیں۔ اور دوسرے اس خیال سے کہ اُنہیں اپنے جیب خرچ کا کچھ حصّہ اپنے شوق کی کتابوں پر صرف کرنے کی عادت پڑے ؛

پہلی غرض کے لئے کوشش کی جائیگی کہ اس سلسلہ کی ایک کتاب ہر مہینے چھاپی جائے۔ اور اس میں ایسی دلچسپ کہانیاں درج کی جائیں جن کی زبان پُرلطف اور پیاری ہو۔ تاکہ بچّے اُنہیں شوق سے پڑھیں اور اُن میں آگے چل کر اچھی کتابیں پڑھنے اور اُن سے لُطف اٹھانے کا شوق پیدا ہو ؛

دُوسری غرض کے لئے ضروری ہے کہ بچّے ان کتابوں کو خریدنے کا بوجھ اپنے ماں باپ اور بزرگوں پر نہ ڈالیں۔ بلکہ

اپنے جیب خرچ کے پیسے مٹھائی۔ پھل اور دل بہلاؤ کی دوسری چیزوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اسی طرح کتابوں پر بھی خرچ کریں۔

اپنے جیب خرچ میں سے ایک پیسہ ہر روز بچا کر وہ اس سلسلے کی ایک نئی کتاب ہر مہینے حاصل کر سکتے ہیں۔ ایک پیسہ ہر روز بچانے سے مہینے کے آخر میں ان کے پاس ۷؍ جمع ہو جائیں گے ان ساڑھے سات آنوں کے وہ ڈاک کے ٹکٹ خرید لیں۔ ایک آنہ کا ٹکٹ لفافے پر لگا کر باقی ۶؍ ہمیں بھیج دیں۔ ان ساڑھے چھ آنوں میں سے ۲؍ تو یوں خرچ ہوں گے کہ کتاب ٹکٹ لگا کر اور ڈاکخانے سے پوسٹل سرٹیفکیٹ لے کر انہیں بھیجی جائے گی۔ باقی ۴؍ میں انہیں سو صفحوں سے زیادہ کی کہانیوں کی ایک خوبصورت کتاب دی جایا کرے گی۔

ہمیں امید ہے یہ سلسلہ لڑکے اور لڑکیوں میں بے حد مقبول ہوگا۔ اس کے متعلق سب ضروری باتیں وہ دفتر اخبار پھول سے "پمفلٹ پیسہ لائبریری" منگا کر معلوم کر سکتے ہیں۔

سید امتیاز علی تاج

Taj Tahir Foundation

کہانیوں کی فہرست

نمبر شمار	کہانی	صفحہ
۱	کنجوس کا گدھا	۷
۲	فی فوں کا انعام	۳۷
۳	دو کنجوس	۵۴
۴	جوڑی	۶۱
۵	تیسری جیب	۶۵
۶	نہ رہے بانس نہ بجے بانسری	۶۸
۷	پڑے بجاؤ سیٹیاں	۷۲
۸	کیا کھائیں؟	۷۵
۹	زیادہ کنجوس	۷۹
۱۰	ایک سے ایک بڑھ کر	۸۸
۱۱	علاج کیوں نہ کیا؟	۹۵
۱۲	شادی کیوں کی؟	۱۰۵

Taj Tahir Foundation

نوٹ

کاغذ نایاب ہو جانے کے باعث پیسہ لائبریری کے سلسلہ کی نئی کتابیں اِن دنوں نہیں چھپ رہیں۔ کاغذ کی کمی دور ہو جانے کے بعد پھر چھپنی شروع ہو جائیں گی۔ پہلی چھپی ہوئی چالیس کتابوں میں سے ہر ایک اب ۱۰؍ میں دفتر سے مل سکتی ہے۔

مہتمم دار الاشاعت پنجاب لاہور

Taj Tahir Foundation

کنجوس کا گدھا

(۱)

احسن کا باپ مصر کے دار الخلافہ قاہرہ میں عرضی نویس کا کام کرتا تھا۔ جاہل لوگوں کے خط لکھ کر دن بھر میں اتنا کما لیتا۔ جس سے باپ بیٹوں دونوں کی گذران با فراغت ہو جاتی تھی۔ اور تھوڑا بہت روپیہ پس انداز بھی ہو جاتا تھا۔

لیکن احسن کی عمر سترہ ہی سال کی ہوئی تھی۔ کہ باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا۔ تجہیز تکفین سے فارغ ہونے کے بعد احسن نے باپ کا صندوقچہ

Taj Tahir Foundation

کھول کر دیکھا۔ تو اس میں صرف دو سَو روپے مَوجُود تھے + دو سو روپے کب تک ساتھ دے سکتے تھے۔ چنانچہ احسن کو اس کے سوا چارہ نظر نہ آیا۔ کہ تعلیم کو خیرباد کہے۔ اور پیٹ بھرنے کے لئے کمائی کی فکر شروع کردے ؂

احسن کے لئے سب سے اچھی بات تو یہ تھی۔ کہ دو سَو روپے سے کوئی چھوٹی موٹی تجارت شروع کردیتا۔ لیکن اتفاق کی بات جن دنوں وہ یہ سوچ رہا تھا۔ کہ اپنی گزر اوقات کے لئے کیا کام شروع کرے۔ اُسے ایک بہت ہی نیک اور خُوب صُورت لڑکی سے محبّت ہوگئی + کمائی کی فکر چھوڑ کر اُسے یہ دُھن لگ گئی۔ کہ کسی طرح اُس لڑکی سے شادی کر لُوں ؂

احسن نے ایک دن اچانک ہی اُس لڑکی کو دیکھ لیا تھا + وہ مسجد کے کنوئیں پر پانی بھرنے

آتی تھی۔ پانی بھر چکنے کے بعد اُس نے پانی پینا چاہا۔ اور پانی پینے کے لئے نقاب اُٹھائی۔ قریب ہی احسن کھڑا تھا۔ اُسے لڑکی کے چہرے کی ایک جھلک نظر آ گئی۔ اور وہ ہزار جان سے اس پر شیدا ہو گیا۔ لڑکی کے کپڑے بہت سادہ تھے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی غریب مگر شریف گھرانے کی لڑکی ہے۔

وہ مشکیزہ لے کر چلی تو احسن بھی اُس کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ گلی میں پہنچ کر لڑکی ایک چھوٹے سے صاف ستھرے مکان میں داخل ہو گئی۔ احسن نے اُس لڑکی کی بابت اپنے محلّے کے لوگوں سے پوچھا۔ کہ یہ کون ہے اور کس کی بیٹی ہے۔ تو معلوم ہوا۔ کہ لڑکی جتنی خوب صورت ہے اُتنی ہی نیک بھی ہے۔ ماں باپ مر چکے ہیں۔ اپنے چچا کے پاس رہتی ہے۔

Taj Tahir Foundation

پھر کیا تھا۔ دُوسرے ہی دن احسن لڑکی
کے چچا کے پاس جا پُہنچا۔ اور بڑی منّت سے
درخواست کی۔ کہ آپ اپنی پیاری بھتیجی کی
شادی مجھ سے کردیجئے۔ میں عُمر بھر آپ کے
اس احسان کو یاد رکھوں گا۔

لڑکی کے چچا نے احسن کے حالات پُوچھ کر
جواب دیا۔ کہ "اور سب طرح تو آپ مجھے پسند
ہیں۔ لیکن میں اپنی پیاری بھتیجی کی شادی
اُس شخص سے کرنا چاہتا ہوں جس کے پاس کم
سے کم پانچ سو روپیہ نقد مَوجُود ہو"۔

احسن بے چارہ یہ سُن کر نا اُمّید ہو گیا۔
بہتیری منّت سماجت کی۔ کہ اس شرط کو ذرا
نرم کر دیجئے۔ مگر لڑکی کا چچا ٹس سے مس نہ
ہُوا۔ آخر احسن نے روپیہ جمع کرنے کے لئے
کُچھ مُدّت کی مُہلت لے لی۔ اور پریشان اور

فکرمند گھر چلا آیا۔

راستے میں اُسے بہت افسوس ہُوا۔ کہ میں نے اپنی اتنی عمر فضول گنوائی۔ اگر تعلیم حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ خالی وقت میں کوئی کام بھی کرتا رہتا۔ تو اس وقت تک میرے پاس کافی روپیہ جمع ہو چکا ہوتا۔ اور میں بڑی آسانی سے شادی کر لیتا۔

گھر جا کر اُس نے روپوں کا صندوقچہ کھولا روپے پھر گننے لگا۔ جیسے اس طرح روپے بڑھ ہی تو سکتے تھے۔ بار بار روپے گنتا۔ مگر روپے جتنے تھے اُتنے کے اُتنے ہی رہے۔ پُورے ۲ سو۔ نہ ایک کم نہ ایک زیادہ۔ احسن بے چارے کو تھوڑے ہی دنوں میں پانچ سو روپیہ چاہیے تھا۔ روپیہ کہیں سے نہ آیا۔ تو لڑکی کسی اَور سے بیاہ دی جائے گی۔ اس

Taj Tahir Foundation

فکر میں نیند تو کیا آتی - چارپائی پر چپکا پڑا تدبیریں سوچنے لگا - کہ کس طرح جلد ہی تین سو روپیہ مل سکتا ہے ۔

کبھی سوچتا - نوکری کروں - پھر خیال آتا - کہ نوکری مل بھی گئی - تو تین سو روپیہ اتنی جلدی کہاں سے آجائے گا ۔ کبھی ارادہ کرتا - کہ کاروبار شروع کر دوں - پھر اس خیال سے پریشان ہو جاتا - کہ کاروبار میں نفع بھی ہوتا ہے اور نقصان بھی - نفع کی اُمید میں کہیں اپنے دو سو سے بھی ہاتھ دھو بیٹھا تو کیا ہو گا ؟ بار بار اپنے آپ سے کہتا - " کاش میرے قابو میں کوئی جن آجاتا - یا گھر کی دیوار گر پڑتی - اور اس میں سے اشرفیوں سے بھرا ہوا ایک بڑا سا برتن نکل آتا - لیکن جانتا تھا - کہ ایسی خواہشیں پوری نہیں ہوا کرتی ہیں ۔

آخر سوچتے سوچتے ایک بات ایسی سُجھائی دی۔ جس سے احسن کی کچھ ڈھارس بندھی + قاہرہ سے بہت دُور ایک گاؤں تھا۔ وہاں اُس کا ایک ماموں رہتا تھا + احسن نے اپنے اِس ماموں کو کبھی نہ دیکھا تھا۔ لیکن سُن رکھا تھا۔ کہ وہ بہت امیر کبیر شخص ہے + احسن نے سوچا۔ اُس گاؤں میں ماموں کے پاس چلوں۔ اُمّید ہے۔ کہ ساری بات سُن کر وُہ ضرور رتین سَو روپیے سے میری مدد کر دیں گے ؛

جُوں جُوں وہ اس کے متعلق سوچتا۔ اُس کا حوصلہ بڑھتا اور دِل خُوش ہوتا جاتا تھا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ کہیں جلد صُبح ہو۔ کہ میں اپنے ماموں جان کے گاؤں کو روانہ ہو جاؤں ؛

(۲)

احسن کو روپیہ جوڑنے کی اِتنی فکر تھی۔

Taj Tahir Foundation

کہ اپنے دو سَو میں سے کچھ خرچ کرنا طبیعت کسی
طرح گوارا نہ کرتی تھی۔ چنانچہ اتنی دُور ماموں
کے ہاں جانے کے لئے کسی سواری کا انتظام
کرنا بھی اُسے فضُول خرچی معلُوم ہُوا۔ اور صُبح
اُٹھ کر وہ پیدل ہی سفر پر روانہ ہو گیا۔

کئی روز کے سفر کے بعد آخر وہ اپنے ماموں
کے گاؤں میں جا پہنچا۔ ایک گلی میں کچھ لڑکے
کھیل رہے تھے۔ اُن سے پُوچھا "یُوسف
ساہُوکار کا مکان کون سا ہے؟"

لڑکے یہ سُنتے ہی کِھل کِھلا کر ہنس دئیے
"ہا ہا ہا۔ اُس بُوڑھے کنجُوس مکھی چُوس کو تو
ساہُوکار کی بجائے فقیر کہنا چاہیئے"۔

یہ سنتے ہی بے چارے احسن کا دل بیٹھنے
لگا۔ اُسے ایسا معلوم ہُوا۔ کہ اتنی دُور کے سفر
کی تمام تکلیف اکارت گئی۔

پہلے تو دل میں کہا۔ کہ میرا بوڑھا ماموں اگر اتنا کنجوس ہے۔ تو اپنے غریب بھانجے کو تین سو روپیہ بھلا کیوں دے ڈالے گا۔ شاید منہ بھی نہ لگائے۔ مگر پھر سوچا کہ اب اتنی دور چل کر آیا ہوں۔ تو قسمت آزمائی ضرور کر دیکھنی چاہیے۔ شاید کام بن جائے۔ پتہ پوچھتا پوچھتا ماموں کے گھر جا پہنچا۔

(۳)

دروازہ کھٹکھٹایا تو میلے کچیلے کپڑے پہنے ایک بہت ہی بدصورت بڈھا باہر نکلا۔ چندھی آنکھوں سے احسن کو دیکھ کر پوچھا "کیا چاہتے ہو؟"

بوڑھے کو دیکھتے ہی احسن بیچارے کی رہی سہی آس بھی ٹوٹ گئی۔ مگر اب آ چکا تھا بغیر بات چیت کئے لوٹ جانا مناسب نہ

Taj Tahir Foundation

معلوم ہُوا - بڑی نرمی سے بولا" ماموں جان میں آپ کا بھانجا احسن ہوں۔ اور قاہرہ سے آپ کو ملنے آیا ہوں - فرمایئے آپ کی طبیعت تو اچھی ہے؟"

بُوڑھے نے وہیں کھڑے مُنہ بسور کر کہا۔" طبیعت کا کیا ہے - غریبوں کی طبیعت اچھی ہی رہتی ہے - غریبی پیچھا نہیں چھوڑتی - ہاتھ حد سے زیادہ تنگ ہے - مگر اللہ کی مرضی بُرے بھلے دِن گذرے چلے جا رہے ہیں - تمہیں دیکھ کر جی بہت خوش ہُوا - مگر افسوس مُجھ غریب کے گھر میں تمہیں خوشی اور آرام نہ مل سکے گا"۔

یہ جواب سننے کے لئے احسن تو پہلے ہی سے تیار تھا - بولا" کچھ پروا نہیں ماموں جان - امیری غریبی خُدا کی طرف سے ہے - وُہ جس

حال میں بھی رکھّے صبر شُکر سے رہ لینا چاہیئے"۔

یُوسف اپنے بن بُلائے مہمان کو مجبُوراً ایک چھوٹے سے کمرے میں لے گیا۔ کمرے میں اندھیرا اس قدر تھا۔ کہ ہاتھ کو ہاتھ سُجھائی نہ دیتا تھا۔ اندر جا کر تھوڑی دیر تک تو احسن کو کُچھ نظر نہ آیا۔ آنکھیں اندھیرے کی عادی ہوگئیں۔ تو دیکھا۔ کہ ایک طرف پانی کا ایک گھڑا رکھّا ہے۔ اور دُوسرے کونے میں ایک ٹُوٹی پھُوٹی چٹائی بچھی ہے۔ بس اِس کے سوا کمرے میں اَور کوئی سامان نہ تھا۔

اِس کمرے میں بھانجے کو بٹھا کر یُوسف باہر چلا گیا۔ احسن بیٹھا اپنی بدنصیبی پر دل ہی دِل میں کُڑھ رہا تھا۔ کہ ماموں جان نے آ کر کہا۔ "کھانا کھالو احسن"۔

ماموں بھانجا کھانا کھانے کے لئے زمین

پر بیٹھ گئے۔ بُوڑھے نے روٹی کے کچھ سُوکھے ٹکڑے اور تھوڑا سا بدبو دار پنیر لا کر مہمان کے سامنے رکھ دیا۔ یہ بدبو دار پنیر یوسف مہمان کے لئے ابھی بازار سے خرید لایا تھا۔ اسے بازار میں پنیر خریدتے دیکھ کر لوگ بڑے حیران ہوئے تھے۔ کہ یہ مکھی چُوس تو کبھی پیسہ خرچنے کا نام تک نہیں لیتا۔ آج اِتنا دریا دل کیونکر بن گیا! کہیں دیوانہ تو نہیں ہو گیا؟

اِس میں شک نہیں۔ کہ احسن کو اپنے گھر میں عمدہ کھانے میسر نہ آتے تھے۔ مگر اتنی بُری خوراک بھی اُس نے کبھی نہ کھائی تھی۔ اور پھر آج تو بڑا لمبا سفر کر کے آیا تھا۔ بھُوک سے بے حال ہو رہا تھا۔ مگر اُس نے اپنی بھُوک اور تکان کی بابت ایک لفظ تک زبان سے نہ نکالا۔ اور کھانا کھا چُکنے کے بعد باتوں باتوں

میں اپنا مطلب بیان کرنا چاہا۔ کہ ابّا جان کے انتقال کے بعد گھر ویران ہو گیا ہے۔ اکیلے رہنے سے وحشت ہوتی ہے۔ چاہتا ہوں جلد سے جلد شادی کر لوں۔ ایک جگہ کچّی پکّی بات ہو گئی ہے۔ مگر لڑکی کا چچا چاہتا ہے۔ کہ اپنی بھتیجی کی شادی اُس شخص سے کرے جس کے پاس پانچ سو روپیہ موجود ہو۔ دو سو روپیہ تو ابّا جان چھوڑ گئے ہیں۔ باقی تین سو کا انتظام کرنے کی فکر میں دن رات پریشان رہتا ہوں۔ تین سو روپیہ اور مل جائے تو شادی کر لُوں۔ اور زندگی سُدھر جائے۔

بُوڑھا خُرّانٹ یوسف فوراً تاڑ گیا۔ کہ بھانجا باقی تین سو روپیہ مجھ سے مانگنے آیا ہے۔ مُنہ بنا کر بولا۔ کہیں تم میرے پاس روپے پیسے کی اُمّید سے تو نہیں آئے؟ بیٹے۔ میری حالت

تو فقیروں سے بھی بُری ہے۔ دنیا میں کوئی شخص مجھ سے زیادہ غریب نہ ہوگا۔ شکر ہے کہ میرے پاس ایک دو پیسے باقی تھے۔ جس سے اس وقت اپنا اور تمہارا پیٹ بھر لیا۔ ورنہ میرے ساتھ آج تم پر بھی فاقہ گزر جانا تھا"۔

احسن اُس لڑکی کی نیکی اور خوب صورتی کی تعریف کرنے لگا۔ کہ شاید ماموں کا دل پگھل جائے۔ اور وہ مدد دینے پر آمادہ ہو جائیں لیکن بوڑھا بھلا کہاں باتوں میں آتا ہے۔ اس پر خاک بھی اثر نہ ہُوا۔

جب کچھ بات بنتی نہ دیکھی۔ تو احسن تنگ آکر اُٹھ کھڑا ہُوا۔ اور بولا "میں ذرا دیر تازہ ہوا میں سیر کر آؤں۔ یہاں تو میرا دم گھٹا جا رہا ہے"۔

Taj Tahir Foundation

(۴)

احسن باہر نکلا تو دیکھا۔ کہ ایک ٹُوٹے پھُوٹے چھپّر کے نیچے ایک مریل سا گدھا کھڑا گلا سڑا بھُوسہ کھا رہا ہے۔ احسن کو جانوروں سے بڑی محبّت تھی۔ گدھے کی یہ حالت دیکھ کر دل میں کہنے لگا۔ کہ یہ کنجُوس اس بے زبان کو بھی فاقے کرا رہا ہے۔ گدھے کی ہڈّیاں نکلی ہُوئی دیکھ کر احسن سے نہ رہا گیا۔ فوراً گاؤں کی ایک دکان پر پہنچا۔ وہاں سے کچھ دانہ خریدا۔ اور تازہ پانی میں بھگو کر گدھے کے آگے لا رکھّا۔

گدھے کو دانہ کھلا کر احسن گھومنے کے لئے نکل گیا۔ شام پڑے گھر آیا۔ ماموں نے وہی دوپہر کا کھانا سامنے لا رکھّا۔ روٹی کے سُوکھے ٹکڑے اور بدبُودار پنیر کسی طرح احسن

Taj Tahir Foundation

کے حلق سے نہ اُترتا تھا۔ دِل پر جبر کر کے بڑی مشکل سے چند لُقمے کھائے۔ اور ہاتھ کھینچ لیا۔

بُوڑھا کنجُوس خود فرش پر سویا کرتا تھا۔ پھر مہمان کے لئے چارپائی یا بستر کہاں سے آتا۔ سونے کا وقت ہوا۔ تو بولا "بیٹا۔ یہیں میرے قریب پڑ کر سو رہو"۔ ناچار احسن وہیں چٹائی پر پڑ رہا۔ مگر ساری رات بے چارے کو نیند نہ آئی۔ کروٹیں ہی لینے میں صبح ہو گئی۔

(۵)

صُبح اُٹھ کر جب رات کے بچے کھچے پنیر اور روٹی کے سُوکھے ٹُکڑوں سے ناشتہ کر چکے۔ تو بُوڑھا سر جھکا کر کہنے لگا "تُم اب آئے ہو۔ تو شاید چند روز سے پہلے واپس نہ جاؤ گے۔ ادھر میری یہ حالت ہے۔ کہ روٹیوں کے لالے پڑ رہے ہیں۔ اپنا اور تمہارا پیٹ

Taj Tahir Foundation

بھرنے کے لئے اس کے سوا چارہ نہیں۔ کہ اپنی کسی چیز کے کوڑے کر لوں۔ چیز بھی میرے پاس کیا ہوتی۔ لے دے کے ایک گدھا رہ گیا ہے۔ چلو اسے منڈی میں چل کر بیچ آئیں۔ جو کچھ وصول ہوگا۔ اس سے بڑی بھلی طرح کچھ عرصہ میری گزر ہو جائے گی"۔

یہ کہہ بڈھا بسور نے اور لمبی لمبی آہیں بھرنے لگا۔ اس کا خیال تھا۔ کہ میری یہ بات سن کر شاید احسن رخصت ہو جانے پر تیار ہو جائے۔ لیکن احسن سیدھا سادا آدمی۔ اُسے کیا پتہ کہ بڈھے نے یہ دکھڑا کیوں رویا ہے۔ وہ منڈی چلنے پر تیار ہو گیا۔

ناچار بڈھا آہ بھر کر اٹھ کھڑا ہوا۔ اور باہر آ کر چھپّر کے نیچے سے گدھا کھولنے لگا۔

احسن نے گدھے کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔ تو

گدھا مڑ کر اُس کی طرف یُوں دیکھنے لگا۔ جیسے منّت کر رہا ہو۔ کہ "مہربانی کر کے مجھے تو تم ہی خرید لو"۔

احسن پر اس کا اتنا اثر ہُوا۔ کہ وُہ راستہ بھر یہی سوچتا رہا۔ کہ مَیں گدھے پر رحم کھا کر اسے خرید لُوں؟

گدھا ابھی بچّہ ہی تھا۔ اور بہت کام دے سکتا تھا۔ صرف فاقوں سے اُس کی یہ گت ہو رہی تھی۔

منڈی میں گدھے کے کئی گاہک آئے۔ ایک شخص بیس روپے دیتا تھا۔ لیکن فوراً ایک اَور خریدار آ گیا۔ اور کہنے لگا "مَیں تیس روپے دیتا ہوں"۔

احسن نے دیکھا۔ کہ ماموں جان گدھے کو اس دُوسرے آدمی کے ہاتھ بیچنے کو تیار ہیں۔

Taj Tamir Foundation

اس سے نہ رہا گیا۔ بولا "ماموں جان اتنے ہی روپے ہیں اس گدھے کو مَیں خریدنے کو تیار ہوں"۔

یوسف نے حیران ہو کر بھانجے کو دیکھا۔ اور پوچھا۔ "تم اسے لے کر کیا کروگے؟"

احسن نے جواب دیا۔ "یہ تو مجھے بھی معلوم نہیں۔ کہ میں اس گدھے کا کروں گا کیا۔ لیکن بے اختیار میرا جی چاہتا ہے۔ کہ اسے میں خرید لوں"۔

بوڑھا ہنس کر بولا۔ "بھئی تم تو ہمارے بھانجے ہو۔ تم گدھا خریدتے ہو۔ تو ہمیں اس کی معقول قیمت دلاؤ۔ کہ بوڑھا ماموں تمہیں اپنی دعاؤں میں یاد کیا کرے۔ سو روپیہ دے دو تو گدھا تمہارا۔ بخدا تم سے تو مَیں قیمت کا ایک روپیہ بھی نہ لیتا۔ مگر کیا کروں۔ بالکل

Taj Tahir Foundation

تھک ہو گیا ہوں۔ اب اِس گدھے کے سوا
میرے پاس کچھ نہیں رہا"۔
ماموں کی یہ بات سُن کر احسن ششدر سا
رہ گیا۔ سَو روپیہ ادا کرنا اُس کے لئے آسان
نہ تھا۔ مگر یہ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ ماموں کو
جواب کیا دے۔ گدھے پر نظر ڈالی۔ تو پھر یہی
معلُوم ہُوا۔ کہ گدھا مِنّت سے کہہ رہا ہے۔ مہربانی
کرکے مجھے خرید لو۔ اور نہ جانے کیوں احسن
کے دِل میں پھر زبردست خواہش پیدا ہوئی۔
کہ اِس بھُوکوں مرتے گدھے کو ضرور خرید لینا
چاہئے۔
آخر اُس نے بڈّھے سے کہا "آپ بہت
زیادہ قیمت مانگ رہے ہیں۔ میری مالی حالت
آپ کو معلوم ہے۔ کہ زیادہ اچھّی نہیں ہے
مگر آپ کا اصرار ہے۔ تو میں سَو روپیہ دینے

کو بھی تیار ہوں"۔

یہ سن کر بڈھے کے سوکھے چہرے پر مسکراہٹ کھیلنے لگی۔ بڑھ کر محبّت سے احسن کے کندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ اور بولا "جیتے رہو بیٹا۔ چھوٹے یوں ہی بڑوں کے کام آتے ہیں"۔

اب سُنئے۔ کہ احسن روپیہ ساتھ تو لے نہیں گیا تھا۔ اس لئے یوسف سے کہنے لگا۔ "میں اپنا تمام روپیہ حفاظت سے گھر میں رکھ آیا تھا۔ آپ میرے ساتھ قاہرہ چلیں۔ اور اپنا روپیہ لے آئیں"۔

ماموں نے سوچا۔ کہ بھانجے کے ساتھ قاہرہ گیا۔ تو چند روز اس کا مہمان رہوں گا۔ کھانے پینے کے خرچ سے نجات ملے گی۔ شوق سے بولا "ہاں ہاں کیوں نہیں۔ مجھے کیا تم پر اعتبار نہیں۔ گدھا تمہارا ہو گیا۔ اس کی قیمت تم قاہرہ

Taj Tahir Foundation

پُہنچ کر مجھے ادا کر دینا"۔

(۵)

دو تین دن میں ماموں بھانجے قاہرہ آ پُہنچے۔ سو روپے گدھے پر خرچ کر کے شادی کی اُمّید تو خاک میں مل چکی تھی چنانچہ احسن نے بُوڑھے کو کئی دن تک اپنا مہمان رکھا۔ اور اس کی خاطر تواضع میں بہت سا روپیہ اُڑا ڈالا۔ کھانے کو ملا۔ تو گدھا بھی چار پانچ ہی دن میں خوب موٹا تازہ ہو گیا۔ اور کلیلیں کرنے لگا۔

آخر ایک روز بُوڑھا گدھے کی قیمت لے کر اپنے گاؤں کو روانہ ہُوا۔ جاتے وقت بھی یہی کہتا رہا۔ "بار بار یہ خیال کر کے افسوس ہوتا ہے کہ مَیں نے قیمت لے کر یہ گدھا تُم کو دیا۔ مگر کرتا کیا۔ اِس روپے کے سوا میرے پاس پھُوٹی کوڑی تک نہیں۔ ساری عُمر اب اسی روپے

میں گزارنی ہوگی۔ بیچنے کو بھی کوئی اور چیز نہیں رہی"۔

احسن بوڑھے کی اِن باتوں پر حیران تھا۔ دِل میں کہنے لگا "معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے غلط مشہور کر دیا تھا۔ کہ میرا ماموں امیر کبیر اور ساہوکار ہے۔ اگر اس کے پاس روپیہ ہوتا تو اُس کی ایسی بُری حالت نہ ہو سکتی تھی"۔

بہر حال بوڑھا روپیہ کمر میں باندھ کر اور بھانجے کو گلے لگا کر دُعائیں دیتا ہُوا اپنے گاؤں کو روانہ ہو گیا۔

(۷)

لیکن بوڑھے کو گھر پہنچنا نصیب نہ ہُوا۔ راستے میں ایک جنگل پڑتا تھا۔ اس میں سے گزر رہا تھا۔ کہ دو ڈاکوؤں نے اُسے آ گھیرا۔ سارا روپیہ چھین لیا۔ روپیہ چھن جانے پر بوڑھے

Taj Tahir Foundation

نے غل مچایا۔ تو اسے مار مار کر ادھ مُوا کر دیا۔ اور سڑک کے کنارے پھینک بھاگ گئے ۔

بہت دیر بعد اُدھر سے ایک راہ گیر گزرا تو سسکتے ہوئے بُوڑھے نے اُس سے اِلتجا کی۔ کہ قاہرہ پہنچو۔ تو فلاں محلّے میں میرا بھانجا احسن رہتا ہے۔ اُسے خبر دے دینا۔ کہ فوراً یہاں آکر میری خبر لے ۔

احسن کو جب راہ گیر سے اس واقعے کی خبر ملی۔ تو اُسی وقت گدھے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف ہوا ہو گیا۔ لیکن احسن کے پہنچنے سے پہلے اُس کا بُوڑھا ماموں مر چکا تھا۔ احسن جنگل میں پہنچا۔ تو وہاں اپنے ماموں کی لاش پڑی ہوئی پائی ۔

ماموں کی موت سے احسن کو افسوس ہُوا لاش کو گدھے پر لادا۔ اور لے کر ماموں کے

گاؤں میں پہنچا۔ وہاں اُس کی آخری رسمیں ادا کیں۔ غریب کو سب چیزوں کے لئے اپنے پاس ہی سے خرچ کرنا پڑا۔ کیونکہ بوڑھے کے جھونپڑے میں کہیں پھوٹی کوڑی تک نظر نہ آتی تھی ؛

(۷)

لیکن گدھا جو اپنے اُسی پرانے چھپّر میں بندھا کھڑا تھا۔ جب سے آیا تھا دم نہ لیتا تھا۔ بار بار پاؤں زمین پر مارتا۔ اور رسّی تڑانے کی کوشش کر رہا تھا ؛

احسن حیران تھا۔ کہ گدھے کو کیا ہو گیا۔ تازہ گھاس اور دانہ لاکر اُس کے سامنے رکھا۔ پانی پلایا۔ مگر گدھا پھر بھی باز نہ آیا۔ اور برابر دولتیاں جھاڑ جھاڑ کر زمین کی مٹّی اُڑاتا رہا ؛

اچانک احسن کو خیال آیا۔ کہ گدھا کہیں یہ

تو نہیں چاہتا۔ کہ جس جگہ کی مٹی دولتیوں سے اُڑا رہا ہے۔ مَیں اُس جگہ کو کھود کر دیکھوں؟ یہ خیال آتے ہی ایک پُرانی کدال اُٹھالی۔ اور جہاں گدھا پاؤں مار رہا تھا۔ وہاں سے زمین کھودنے لگا۔

زمین پر کدال پڑنے کی دیر تھی۔ کہ گدھا چُپ چاپ آرام سے کھڑا ہو گیا۔ اور احسن کی طرف یُوں تکنے لگا۔ گویا کہتا ہے "بس اب ٹھیک ہے۔ کھودنے چلے جاؤ"۔

یکایک کدال ایک لوہے کے برتن سے ٹکرائی۔ احسن نے کدال پھینک کر برتن نکال لیا۔ دیکھتا کیا ہے۔ کہ برتن اشرفیوں اور روپوں سے مُنہ تک بھرا ہُوا ہے!

اِتنی بہت دولت دیکھ کر احسن ہکّا بکّا رہ گیا۔ اس کا کنجُوس ماموں واقعی امیر کبیر

ہُوا۔ کہ حالت بہُت بگڑ گئی۔ ہسپتال تک جانے کی بھی سکت نہ رہی۔ جینے کے لالے پڑ گئے ﴿

عزیزوں دوستوں کو اُن کا حال معلُوم ہُوا تو پُوچھنے کے لئے آئے۔ ہر ایک جانتا تھا۔ کہ یہ صاحب بہُت مال دار آدمی ہیں۔ چنانچہ ہر ایک پُوچھتا۔ کہ علاج کس ڈاکٹر کا ہو رہا ہے؟ مگر علاج کسی ڈاکٹر کا ہو رہا ہو۔ تو گھر کے لوگ کوئی جواب دیتے۔ وہ اِس سوال کو اَن سُنا سا کر جاتے + پُوچھنے والا بھی اصل بات سمجھ کر خاموش ہو رہتا ﴿

ایک روز عزیز دوست ان کا حال پُوچھنے آئے۔ تو دیکھا کہ یہ بے ہوش سے پڑے ہیں۔ نہ آنکھ کھولتے ہیں۔ نہ کسی کی بات کا جواب دیتے ہیں + یہ حالت دیکھ کر سب کو بڑا تردّد ہُوا + ایک عزیز نے گھبرا کر کہا۔ کہ فوراً کسی بہُت

اچھے ڈاکٹر کو بُلانا چاہیئے۔ دُوسرے عزیزوں نے بھی تائید کی۔ چنانچہ اُسی وقت ایک دوست کو بہت تاکید سے کہا گیا۔ کہ ہوا کی طرح اُڑ کر جاؤ۔ اور جو اچھا ڈاکٹر گھر پر ملے۔ اُسے لے آؤ۔

دوست جانے نہ پایا تھا کہ اچانک بیمار کے بدن میں حرکت ہوئی۔ کراہتے ہوئے پُوچھا "کہاں بھیج رہے ہو آدمی؟"

دوست جاتا جاتا رُک گیا۔ عزیز بیمار پر جھک گئے۔ بولے "ڈاکٹر کو لانے کے لئے بھیج رہے ہیں"۔

بیمار نے کراہتے ہوئے پُوچھا "کیوں؟"

ایک عزیز نے بگڑ کر جواب دیا "کیوں؟ یہ کوئی پُوچھنے کی بات ہے؟ اپنی حالت نہیں دیکھتے۔ سر پیر کا آپ کو ہوش نہیں کمزوری کے

مارے مُنہ سے بات تک نہیں نکلتی ۔ اب کیا ڈاکٹر کو اُس وقت بُلوایئے گا ۔ جب جان لبوں پر آ پُہنچے گی ؟"

بیمار پل بھر چُپ رہا ۔ پھر پُوچھا " اور ڈاکٹر کی فیس کیا ہوگی ؟"

ایک دوست بولا " کم سے کم پانچ روپے تو لے گا ہی "

بیمار پھر ذرا دیر کو چُپ ہو گیا ۔ اس کے بعد بولا " ڈاکٹر نے علاج شروع کیا ۔ تو نتا بیر کئی بار آئے "

ایک عزیز نے جواب دیا " اِس کے متعلق یقین سے ابھی کیا کہا جا سکتا ہے ۔ ڈاکٹر آ کر آپ کو دیکھ لے ۔ اور ٹھیک ٹھیک بتا دے ۔ کہ کیا مرض اور کیا حالت ہے ۔ تو اس کے بعد کُچھ پتہ چل سکے گا ۔ کہ کَے بار ڈاکٹر کے آنے

کی ضرورت ہوگی"۔

ایک دوسرے عزیز نے کہا" اجی صاحب یہ بات آپ ڈاکٹر پر ہی چھوڑ دیجئے۔ جتنی بار وہ آنا مناسب سمجھے۔ اُسے آنے دیجئے۔ بیماری بظاہر ایسی خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ کہ اس وقت اور کسی بات کا خیال نہ فرمایئے"۔

بیمار نے کراہتے ہوئے پوچھا" ارے مگر اندازہ سے کچھ تو بتاؤ۔ کہ ڈاکٹر کو کے بار آنے کی ضرورت ہوگی"؟

کنجوس امیر کے ان سوالوں پر عزیز اور دوست حیرانی سے ایک دوسرے کا مُنہ تک رہے تھے۔ دل میں بخوبی سمجھتے تھے۔ کہ کیا بات اس کنجوس کو پریشان کر رہی ہے۔ آخر ایک دوست نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا" حضرت۔ ڈاکٹر کم از کم پندرہ بیس روز تک تو روزانہ ہی

Taj Tahir Foundation

ذرا سی دیر بعد بیمار صاحب کراہتے ہوئے پوچھتے کیا ہیں۔" اور اگر میں مر جاؤں۔ تو میرے کفن دفن پر کیا خرچ آئے گا؟"

اس سوال پر عزیزوں دوستوں کی حیرانی کا کچھ ٹھکانا نہ رہا۔ سمجھ میں نہ آیا کہ یہ سوال کیوں کیا گیا ہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ تو مریض نے پھر پوچھا" ارے بتاؤ نا۔ کہ میں مر گیا۔ تو میرے کفن پر کتنا روپیہ اٹھ جائے گا؟"

ایک عزیز نے بگڑ کر جواب دیا۔" ایسی بدشگونی کی باتیں کیوں منہ سے نکالتے ہو؟"

مریض چڑ کر بولا۔" تمہارے متعلق تو کچھ نہیں کہہ رہا۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ اپنے متعلق کہہ رہا ہوں۔ پھر تم جواب دینے میں پس و پیش کیوں کرتے ہو؟"

مجبوراً ایک دوست نے کہا۔" پچاس ساٹھ

روپے اُٹھ جائیں گے"۔

یہ جواب سُن کر بیمار کراہتا ہُوا چُپ ہو گیا۔ عزیزوں دوستوں نے بہت دیر انتظار کیا کہ یہ کچھ بولے گا۔ کچھ نہ بولا تو آخر دوست نے پُوچھا "تو پھر جاؤں ڈاکٹر کو لانے کے لئے؟"

جواب میں بیمار کراہتے ہُوئے "اُوں ہُوں" کر دی اور کروٹ لے لی۔

ایک عزیز نے پُوچھا "کیوں؟ آخر سوچا کیا ہے؟ ڈاکٹر نہ آیا تو بچو گے بھلا کیونکر؟"

بیمار نے آہ بھر کر رُکتے رُکتے جواب دیا۔

"مرنا برحق ہے۔ جو اس دُنیا میں آیا اُسے ایک نہ ایک دن مرنا ضرور ہے۔ آج نہ مرا کل مر جائے گا۔ اس وقت جینے میں سو ڈیڑھ سو خرچ آتے ہیں۔ اور مرنے میں پچاس ساٹھ

Taj Tahir Foundation

جب اوّل آخر مرنا۔ تو پھر فضول خرچی سے
بھلا کیا حاصل؟"

Taj Tahir Foundation

شادی کیوں کی؟

ایک یہودی کا رشتہ ایک جگہ طے ہُوا۔ تو اُس کے رشتہ داروں نے اُس سے کہا کہ "رسم کے مطابق اب تم اپنی منگیتر کو سونے کی انگوٹھی پہنا دو۔"

یہودی تھا بہت کنجوس۔ پہلے تو رسموں کی بہت بُرائیاں کرتا رہا۔ رشتہ طے ہونے کے بعد انگوٹھی پہنانے کی رسم کو خاص طور پر قابلِ اعتراض قرار دیا۔ مگر کسی نے اس کی بات نہ

Taj Tahir Foundation

سُنی۔ تو مجبور ہو کر کہنے لگا" خیر انگوٹھی تو میں پہنا دوں گا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ انگوٹھی سونے ہی کی کیوں ہو۔ کسی اور سستی دھات کی کیوں نہ ہو۔ مُدعا تو ایک نشانی دینا ہے۔ نشانی سستی بھی دی جا سکتی ہے"۔

رشتہ داروں نے اُسے شرمندہ کیا۔ کہ تم بڑے کنجُوس ہو۔ شادی کرنا چاہتے ہو۔ رشتہ طے ہُوا ہے۔ اِس موقع پر تُم سے سونے کی ایک انگوٹھی پر چند روپے نہیں خرچ کئے جاتے۔ لڑکی اور اُس کے رشتہ دار اپنے دل میں کیا کہیں گے؟

رشتہ داروں نے بہت کہا سُنا۔ تو کنجُوس یہودی مجبوراً بازار گیا۔ اور وہاں سے سونے کا ایک باریک سا سستا چھلا خرید لایا۔ اور سُسرال جا کر اپنی منگیتر کو پہنا آیا۔

اتفاق کی بات منگنی ہو جانے کے بعد کاروبار کے سلسلہ میں یہودی کو وطن سے بے وطن ہونا پڑا۔ اور کچھ ایسی مصروفیت اور پریشانی کا سامنا رہا۔ کہ عرصہ تک شادی کرنے کا موقع نہ مل سکا۔ سب بکھیڑوں سے فراغت پا کر جب شادی کرنے کی نیت سے وطن آیا۔ تو دیکھا۔ کہ منگیتر اس عرصے میں بہت موٹی ہو گئی ہے۔ موٹی عورت سے شادی کرنے کو یہودی کا جی نہ چاہتا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے رشتہ داروں سے کہا "لڑکی بہت موٹی ہو گئی ہے۔ موٹی عورتوں سے مجھے نفرت ہے۔ تم بیچ میں پڑ کر یہ رشتہ اب کسی طرح تڑوا دو"۔

رشتہ داروں نے بہتیرا سمجھایا۔ کہ ایک بار بات پختہ ہو چکی ہے۔ اب بندھے ہوئے رشتہ کو توڑنا شرافت کی بات نہیں۔ اور لڑکی والے

اتنے عرصے سے شادی کے لئے تمہاری راہ دیکھتے رہے ہیں۔ تم نے اپنا رشتہ طے نہ کیا ہوتا۔ تو وہ اب تک اپنی لڑکی کا بیاہ کسی اور جگہ کر چکے ہوتے۔ تمہارے انتظار میں لڑکی کی عمر بھی کسی قدر زیادہ ہو چکی ہے۔ اب اُسے کوئی اور بر ملنا آسان نہ ہو گا۔ اور تم نے کسی دُوسری جگہ شادی کی۔ تو کیا پتہ وہ لڑکی بھی کچھ عرصہ کے بعد یُوں ہی بہت موٹی ہو جائے لیکن یہودی نے ایک نہ سُنی۔ یہی کہے گیا۔ کہ "میرا جی تو اب وہاں شادی کرنے کو نہیں چاہتا۔ مَیں تو رشتہ توڑ کر ہی رہوں گا"۔

مجبوراً ایک رشتہ دار نے حامی بھری اور کہا "اچّھی بات۔ مَیں جا کر لڑکی والوں سے بات کئے لیتا ہُوں"۔

وہ چلنے لگا۔ تو کنجوس یہودی بولا "اور دیکھنا

بات ٹوٹ جانے کے بعد میری دی ہوئی سونے کی انگوٹھی ضرور واپس لے لینا"۔

انگوٹھی کی بات سُن کر رشتہ دار جاتا جاتا رُک گیا۔ بولا "نہ صاحب یہ مجھ سے نہیں ہوسکتا۔ ایک تو رشتہ توڑنا۔ دوسرے دی ہوئی انگوٹھی واپس مانگنا کمینے پن کی بات معلوم ہوتی ہے"۔

کنجوس یہودی کو بہت فکر تھی اپنی انگوٹھی حاصل کر لینے کی۔ مگر انگوٹھی واپس لانے کے لئے کوئی رشتہ دار بھی آمادہ نہ ہوا۔ ہر ایک نے صاف جواب دے کر کہہ دیا "ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ جو تمہارا دل چاہے تم آپ کر لو"۔

مجبوراً یہودی خود اپنی منگیتر کے ہاں پہنچا۔ وہاں لڑکی کے ماں باپ سے ملنے کی بجائے اُس نے بات لڑکی ہی سے کی۔ اور

Taj Tahir Foundation

چھوٹتے ہی صاف صاف اُس سے کہہ دیا۔ کہ "تم ہو گئی ہو بہت موٹی۔ مجھے موٹی عورتوں سے نفرت ہے۔ اِس لئے بہتر یہی ہے۔ کہ اس رشتہ کو توڑ ڈالا جائے"۔

لڑکی کے ماں باپ تو شاید ایسی بات سے فکرمند ہوتے اور لڑکے کو سمجھانے بجھانے کی کوشش کرتے۔ لڑکی بے چاری ایسی بات سُن کر کیا کہہ سکتی تھی۔ بولی اچھی بات۔ آپ کی خوشی"۔

بڈھی نے کہا "تو میرے خیال میں منگنی کی انگوٹھی میں ساتھ ہی لیتا جاؤں۔ اب مجھے کہیں اور اس کی ضرورت پڑے گی"۔

لڑکی نے انگوٹھی دینے میں بھی کوئی عذر پیش نہ کیا۔ بڈھی کی بات سُنتے ہی فوراً اپنی انگلی سے اُتارنے لگی۔ لیکن جسم کے دوسرے

Taj Tahir Foundation

حصّوں کے ساتھ لڑکی کی اُنگلیاں بھی موٹی ہو گئی تھیں۔ انگوٹھی کسی طرح ہاتھ سے نہ نکلتی تھی۔ لڑکی نے زور لگایا۔ یہودی بھی بُہت زور آزمائی اور تدبیریں کرتا رہا۔ اُنگلی پر صابن ملا۔ تیل ملا۔ ہر ممکن کوشش کر دیکھی۔ مگر انگوٹھی اُنگلی میں ایسی پھنسی ہُوئی تھی۔ کہ ٹس سے مس نہ ہوتی تھی۔ کئی گھنٹے کی محنت کے بعد دونوں تھک ہار کر بیٹھ رہے۔ مایوس ہو کر یہودی نے ٹھنڈی آہ بھری اور بولا "اچھی بات۔ اب یہ انگوٹھی نہیں اُترتی۔ تو پھر تو مُجھے شادی تم ہی سے کرنی پڑے گی"۔

Taj Tahir Foundation

سید امتیاز علی تاج پرنٹر و پبلشر نے دین محمدی پریس میکلوڈ
روڈ لاہور
میں چھپوا کر دفتر پھول ۵۰ ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

ARY

آئے گا۔"

بیمار سُن کر چُپ ہو گیا۔ ذرا دیر بعد بولا۔ "اور روپیہ دوا دارُو پر بھی تو اُٹھے گا۔"

ایک عزیز نے جل کر کہا۔ "اور آپ کے خیال میں ڈاکٹروں کو کوئی جادو آتا ہے۔ کہ پڑھ کر آپ پر پھونک دیں۔ اور آپ تندرست ہو جائیں؟"

بیمار نے کراہتے ہوئے پوچھا۔ "تو یہ بتاؤ کُل خرچ اندازاً کتنا ہو گا؟"

عزیز اور دوست ایک دُوسرے کا مُنہ دیکھنے لگے۔ آخر دوست نے جواب دیا۔ "حضرت کم از کم سَو ڈیڑھ سَو تو اُٹھ ہی جائے گا۔"

بیمار رقم کا اندازہ سُنتے ہی ایک لمبی آہ بھر کر چُپ ہو گیا۔ سب منتظر تھے۔ کہ دیکھئے اب ڈاکٹر کو بُلانے کی اجازت ملتی ہے یا نہیں۔